تصدیق
جلد ۱۰ شمارہ ۰۵، ۲۰۲۳

Article

CRITICAL ANLAYSIS OF RASHEED AMJAD' S SHORT STORY "BIGUL WALA"

رشید امجد کے افسانے "بگل والا" کا تجزیاتی مطالعہ

Dr. Tayyaba Nighat*[1] , Dr Uzma Bashir[2]
[1] Assistant Professor Urdu Government College Women University Faisalabad
[2] Assistant Professor(Visting) Urdu Government College Women University Faisalabad
*Correspondence: tayyabanighat5@gmail.com

[1] ڈاکٹر طیبہ نگہت، [2]ڈاکٹر عظمٰی بشیر

[1] اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد ، [۲] اسسٹنٹ پروفیسر (وزٹینگ)، شعبہ اردو گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد

ABSTRACT: Rasheed Amjad is one of the renowned Urdu short story writers of recent times. His stories have variegated implications, his most frequently used tool of story writing is symbolism. Under the dictatorship eras of Pakistan when there was binding over freedom of speech and thoughts. He wrote numerous Short stories to highlight the political suppression. The social inequality and unfulfillment of human desires. This research article is an effort to bring forth the fore mentioned aspects and their depiction in Rasheed Amjad's Short stories. The short story" Bigul Wala" highlights the same views of the writer.

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
DOI:https://doi.org/10.56276/tasdiq.v5i01.145
Received:04-05-2023
Accepted:06-07-2023
Online:17-07-2023

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

KEYWORDS: Critical, Analysis, Rasheed Amjad, Short Story, Bigul Wala, Symbolism, Political Suppression, Implications, Variegated

اردو افسانے میں طبقاتی تقسیم کے حوالے سے تو بہت سے افسانے منظر عام پر آئے ہیں جو سماج کے نچلے طبقوں کے مسائل کو اجاگر کرتے ہیں اور ان کے دکھوں کو بیان کرتے ہیں۔ طبقاتی مسائل کی جڑ دولت کی غیر مساوی تقسیم ہے جو سماج میں ایک طبقے کو مقتدر بناتی ہے اور دوسرے طبقے کو کمزور بنا دیتی ہے۔ کمزور طبقے کا استحصال بالجبر ہوتا ہے اور اسی استحصال کی بنیاد پر مقتدر طبقہ طاقتور بن جاتا ہے۔ اس ضمن میں اردو افسانے میں ایک پوری روایت موجود ہے لیکن فوج میں طبقاتی تقسیم کے حوالے سے پیدا ہونے والے مسائل کی طرف بہت کم افسانہ نگاروں نے توجہ کی ہے۔ فوج مختلف طبقات میں عہدوں کی برتری اور کمتری کے حساب سے منقسم ہوتی ہے۔ بڑے افسروں کا درجہ زیادہ ہوتا ہے اور انھیں عزت ملتی ہے۔ اس کے برعکس ماتحت افسروں کو ہر قسم کی ڈانٹ ڈپٹ اور سبکی کا سامنا ہوتا ہے۔ اس کے بعد معاشرے کے تیسرے درجے کے باسیوں کی طرح فوج میں بھی آخری درجے کے سپاہی ہوتے ہیں جو ملک و قوم کے لیے لڑتے ہیں اور جن کی شہادت کی قیمت افسروں کو ستارے اور بیج لگا کر چکائی جاتی ہے۔ ”بگل والا“ ایک ایسا کرداری افسانہ ہے جو فوج میں مختلف درجوں پر فائز لوگوں کے مسائل کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس افسانے میں اصل مسئلہ بگل بجانے کے درجے پر مامور سپاہیوں کی عزتِ نفس کے مجروح ہونے کا مسئلہ ہے جس کے ارد گرد افسانہ نگار نے پورے افسانے کے تانے بانے تیار کیے ہیں۔

”بگل والا“ کا زمانی لوکیل افسانہ نگار نے شروع ہی میں متعین کر دیا ہے اور نہیں بھی کیا۔ یہ بیسویں صدی کی پہلی، دوسری یا تیسری دہائی بھی ہو سکتی ہے یا پھر انیسویں صدی بھی ہو سکتی ہے۔ ان دونوں زمانی لوکیل کے علاوہ اکیسویں صدی بھی ہو سکتی ہے۔ افسانے کا زمانی لوکیل غیر متعین بھی ہے اور متعین بھی ہے۔ دونوں صورتوں میں صورتِ حال واضح اس لیے نہیں کی گئی کیونکہ ماحول اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر اکیسویں صدی کہتے ہیں تو بھی آمرانہ جبر کا سامنا ہو سکتا ہے اور گر بیسویں صدی کی آخری دہائیوں کے مارشلائی عہد کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو افسانہ نگار کے لیے یہ بھی اپنی موت کے پروانے پر دستخط کرنے کے مترادف ہے۔ اس کے برعکس زمانے کے تعین میں ابہام اور ابتذال کا آنا غیر ممکنہ اور ممکنہ تحفظات کے پیشِ نظر ہے۔ افسانے کے زمانی لوکیل کا عدم تعین کرداروں کی عدم شناخت کا نمائندہ کار ہے:

> ”کہانی کا زمانہ بیسویں صدی کی پہلی، دوسری، تیسری یا کوئی بھی دہائی ہو سکتی ہے، انیسوں صدی بھی ہو سکتی ہے اور شاید اکیسویں صدی بھی۔ بہر حال زمانے سے کیا فرق پڑتا ہے؟ جگہ بھی کوئی ہو سکتی ہے۔ یہاں وہاں کوئی کہیں بھی لیکن نہیں یہ کہانی وہاں کی نہیں یہیں کی ہے۔ کرداروں کے نام بھی الف، ب، ج، کچھ بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ نام تو شناخت کی نشانی ہیں اور ہماری کوئی شناخت ہے ہی نہیں۔“(۱)

”بگل والا“ بذاتِ خود افسانے کے زمانی لوکیل کے تعینات سے پردے اٹھاتا ہے کہ کس زمانے کی کہانی پیش کی گئی ہے۔ بگل چونکہ پرانا طریقہ تھا فوج کو ہوشیار باش کروانے کا جو ہزاروں برس سے رائج رہا ہے جبکہ جدید ٹیکنالوجی کے آتے ہی سپاہ کو پریڈ کے میدان

میں بلانے کا طریقہ بھی بدل گیا ہے اور اب بگل کی جگہ برقی آلات کا استعمال کیا جاتا ہے جو کہ بیسویں صدی کی نصف آخر سے رائج ہے ۔یوں افسانے کا زمانی لوکیل انیسویں صدی یا بیسویں صدی کا پہلا، دوسرا عشرہ بنتا ہے۔

افسانے کا موضوع افسانے کے شروع ہی میں دیا گیا ہے اور وہ ہے عدم شناخت ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ شناخت انسان کا بنیادی مسئلہ ہے ۔شناخت کے بغیر انسان کا وجود بے معنی ہو جاتا ہے۔شناخت انسان کو عزت بھی دیتی ہے اور روحانی تسکین بھی عطا کرتی ہے ۔ابنائے آدم کا سب سے بڑا وجودی مسئلہ شناخت ہی ہے۔ فرعون اس لیے موسیٰؑ کے خداوند کو نہیں تسلیم کرتا تھا کیونکہ اس کی اپنی شناخت داؤ پر لگتی تھی۔ نمرود نے اپنی شناخت بچانے کی خاطر ابراھیمؑ کو آگ میں ڈالا۔ عزازیل نے اپنی شناخت بچانے کے لیے حکم عدولی کی اور ہمیشہ کے لیے مردود ٹھہرا۔ اسی طرح سے تاریخ ہزاروں ایسی مثالیں پیش کرتی ہے جو شناخت قائم کرنے کے لیے لڑی جانے والی جنگوں سے متعلق ہیں۔ ناصر عباس نیر رقم طراز ہیں:

> "بگل والا" عام آدمی کی شناخت کے سفر کی بعض انوکھی اڑچنوں کو بیان کرتا ہے جو طاقت کے رشتوں پر مبنی سماج میں ایک عام آدمی کو درپیش ہوتی ہیں "بگل والا" اپنی بالائی سطح پر ایک عام سپاہی کی عزت نفس کے مجروح ہونے اور اس کی بحالی و اثبات کی جرات مندانہ کوشش سے عبارت ہے۔ جب کہ زیریں سطح پر شناخت کے مغالطے کی کہانی ہے۔"(۲)

اس افسانے میں نچلے طبقے کی عدم شناخت کا جو کرب نامہ پیش کیا گیا ہے وہ واقعی قابلِ تحسین ہے۔ ایک عام فوجی کی، سپاہی کی شناخت کا ایسا مسئلہ بیان کیا گیا ہے جو اس کی سب کچھ ہے اور جس کے بغیر اس کا وجود ادھورا ہے۔ وہ اسی شناخت کی بنیاد پر فوج میں عزت کروائے جانے کا خواہاں ہے۔ بگل والا جانتا ہے کہ اسے چھائونی میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے جہاں وہ بگل بجاتا ہے تو پوری کی پوری چھائونی ایک ساتھ اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ بگل والا کسی خبطِ عظمت میں مبتلا ہو کر اپنی شناخت کے احساسِ خوشنما پر اتراتا ہے اور اپنی بیوی سے بار بار کہتا ہے:

> ’’بیوی بے نیازی سے شانے ہلاتی تو وہ کہتا۔ ’’جھوٹ نہیں بولتا، سپاہی کی تو کیا حیثیت ہے، بڑا افسر تک میرے بگل کے تابع ہے۔‘‘ پھر خود ہی اس کا سر بلند ہو جاتا ہے۔۔۔۔ میں کوئی معمولی چیز نہیں۔‘‘ وہ اپنے بگل کو تھپتھپاتا۔ ’’پوری پلٹن کیا، ساری چھائونی اس کی ماتحت ہے۔‘‘(۳)

بگل والے کی شناخت بگل کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسے جو فرض تفویض کیا گیا ہے، وہ اتنا اہم ہے کہ کسی بھی ہنگامی صورتحال میں فوری طور پر بیرکوں سے سپاہیوں اور افسروں کو طلب کرنے کا واحد ذریعہ اس کی ذات اور اس کے ہاتھ میں تھمایا گیا بگل ہے۔ یہ بگل ہی وہ شئے ہے جس پر وہ اپنی شناخت قائم کیے ہوئے ہے۔ اس کے غرور کا حدودِ اربعہ اس کی اپنی ذات کا طنطنہ نہیں بلکہ بگل اور وہ چبوترا ہے جس پر ڑھ کر وہ بگ بجاتا ہے اور فوجی افسر، سپاہی، پہرے دار، گشت کرنے والے دستے سبھی چوکنا ہو کر چشمِ زدن میں اس کے حضور کھڑے

ہوتے ہیں۔ بس اسی بات پر وہ خبطِ عظمت میں مبتلا ہے اور بگل اس کا غرورِ حیات اور اثاثۂ زیست ہے جس کی تعریف میں وہ رطب اللساں رہتا ہے اور اپنی بیوی کو اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ اس کی شناخت بگل والے کی بیوی ہونے سے ہے۔

یہ شناخت کا وہ احساس ہے جو ایک سپاہی کو جو مورچے میں کھڑا کر کے اسے ملک کے لیے گولی کھانے کو تیار رکھتا ہے۔ یہ شناخت کا وہ احساس ہے جو جنگ پر جانے والے ہر سپاہی کے مورال کو بڑھاتا ہے اور اس کی خود اعتمادی میں اضافہ کرتا ہے۔ مورال کی یہی بلندی دشمن پر برتری عطا کرتی ہے۔ بگل والا حقیقت میں جو سوچتا ہے وہ خام خیالی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اصل میں فوج میں طبقاتی اور عہدے کی بنیادوں پر جو تقسیم اور فرق روا رکھا جاتا ہے وہ ناقابلِ برداشت حد تک ذلت آمیز ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ اس واقعے سے لگایا جا سکتا ہے۔ جو ایک پارٹی میں شرکت سے متعلق ہے۔ بگل والے کی بیوی اگرچہ فوجی افسروں کی بیویوں سے سینکڑوں گنا زیادہ خوبصورت ہے، لیکن جب وہ پارٹی میں جاتی ہے، بیروں اور پارٹی کے منتظمین کو علم ہوتا ہے کہ وہ بگل والے کی بیوی ہے تو اس کے بعد ان کے رویے میں جو یکلخت تبدیلی واقع ہوتی ہے وہ فوج میں روا رکھے جانے والے منافقانہ رویے کی عکاسی ہے۔ افسانے کا یہ متن ملاحظہ ہو:

> ''آپ کہاں ے تشریف لائی ہیں؟''یہیں سے۔'' اس نے اپنے انداز میں جواب دیا۔ اس کے لہجے سے پوچھنے والے کا مؤدن انداز ایک دم بدل گیا۔ اس نے قدرے روکھے انداز میں پوچھا، ''آپ کی تعریف؟''تعریف'' اسے سمجھ نہ آیا کہ تعریف کے کیا معنی ہیں۔ پوچھنے والا کا رہا سہا مودب انداز بھی ختم ہو گیا۔ اب اس نے سرد لہجے میں پوچھا، ''آپ کس کی مسز ہیں؟'' مسز کے معنی اسے معلوم تھے، اس نے کہا، ''بگل دار۔'' اس نے اپنی طرف سے بگل دار پر بہت زور دیا تھا لیکن سننے والا ذرا متاثر نہ ہوا بلکہ اس کے چہرے پر کرختگی آ گئی، ''آپ پیچھے آ جائیں۔۔۔۔ یہ کمانڈنٹ صاحب کی بیگم اور ان کے مہمانوں کی نشستیں ہیں۔''(۴)

بگل والا جو کمانڈنٹ کو بھی اپنا ماتحت سمجھتا ہے، جب اس کی بیوی کو ''بگلچی'' کی پوسٹ کی حقیقت معلوم ہوئی تو وہ ندامت کے آنسو بہاتی ہوئی گھر کو دوڑتی ہے۔ یہ فقط احساسِ ندامت نہیں بلکہ عزتِ نفس کے مجروح ہونے کا شدید کرب بھی ہے۔ بیروں نے جو تذلیل اس عورت کی بھرے مجمع میں کی اور جس طرح سے اسے بار بار اٹھایا، وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ فوج میں سپاہی رینک کے خاندان والوں کو عزت دینے کے بجائے ان کی تذلیل کی جاتی ہے جبکہ دوسری طرف افسروں اور ان کی بیویوں حتیٰ کہ ان کے مہمانوں کے لیے بھی الگ نشستوں مختص کی گئی ہیں۔ فوج میں طبقہ نچلے طبقے کو ذلت کا نشانہ بناتا آیا ہے۔ یہ بااثر طبقہ نو آبادیاتی عہد کی فوج میں بھی تقسیم روا رکھتا تھا اور آج بھی اس کا یہی شیوہ ہے۔ یہ جو بااثر طبقہ کسی بھی معاشرے میں صرف دو فیصد ہوتے ہیں۔ اور یہی دو فیصد طبقہ ہے جو باقی اٹھانوے فیصد طبقہ کا استحصال کرتے ہیں۔ انسانی تاریخ میں عدم استحکام اسی سطح بندی کا نتیجہ تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ، اور جیسے جیسے انسان فلاحی ریاست کے قیام کی طرف بڑھتا گیا، یہ تقسیم کم ہوتی گئی۔ یہ بھی درست ہے کہ اس تقسیم کو بالکل ختم نہیں کیا جا سکتا، لیکن اسے کم کیا جا سکتا ہے۔ یورپ اور امریکہ کے معاشروں نے بالکل ایسا ہی کیا ہے۔ وہاں کے لوگ اس تقسیم کو بڑھنے سے روکنے کے لیے

جدوجہد کر رہے ہیں۔ نومنتخب صدر ٹرمپ نے حلف اٹھانے کے بعد اپنی پہلی تقریر میں اداروں کو اس کی یاد دلائی۔ انہوں نے ماضی میں صرف اشرافیہ اور مخصوص طبقات کی سلامتی کے لیے اقدامات کیے تھے۔ جبکہ عام امریکیوں کے تحفظ کے لیے کچھ نہیں کر رہے۔ ٹرمپ نے کہا کہ اب صرف عام امریکیوں کی فلاح و بہبود اور سلامتی کی خدمت کی جائے گی۔

بد قسمتی سے پاکستانی سوسائٹی بھی مختلف قسم کے گروہوں میں تقسیم ہوا پڑا ہے۔ ہمارے ہاں بھی طبقاتی تقسیم دن بہ دن گہری ہوتی جا رہی ہے۔ یہاں کے اشرافیہ اور طاقتوروں نے چھوٹے طبقات کو اپنے اپنے طریقے سے شکنجے میں کسا ہوا۔ اب ملک کے اندر دو طرح کے نظام واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ اشرافیہ کے لیے حفاظتی انتظامات بہترین اور بہترین ہیں۔ جبکہ عوامی طبقہ حالات کے رحم و کرم پر ہے۔ اور جو بنیادی انسانی حقوق برابر نہیں ہیں۔ مہذب دنیا میں قانون کی حکمرانی یکساں ہے لیکن قانون اور انصاف کے تقاضے بھی ایک طبقے سے مختلف ہوتے ہیں۔ پاکستانی معاشرے میں یہ وسیع ہوتا ہوا طبقاتی فرق کسی بھی قسم کی شکست کا باعث بن سکتا ہے۔ جس طرح یہ طبقاتی خلیج معاشرے میں بڑھ رہی ہے، اسی طرح سے فوج میں، پولیس میں اور دیگر سول اداروں میں بھی بڑھ رہی ہے۔ اس افسانے کے ذریعے سے رشید امجد نے فوج جیسے ادارے کی مثال سامنے رکھتے ہوئے طبقاتی تقسیم کے عزتِ نفس اور ایک عام سپاہی کے تشخص اور شناخت پر پڑنے والے اثرات کی تصویر کشی کی ہے جو کہ نہایت فکر انگیز ہے۔

فنی اعتبار سے افسانہ نہایت جاندار اور متمول ہے۔ ''بگل والا'' کا نسوانی کردار عام سپاہی کی عورتوں کی نفسیات کے نمائندہ کردار ہے۔ ''بگل والے کی بیوی'' کا کردار سیدھا سادہ اور حلیم المزاج ہے جو تصوراتی کے بجائے حقیقی معلوم ہوتا ہے۔ یہ کردار عورتوں کی عزتِ نفس کا اور شرم و حیا اور ضبط کا نمائندہ کردار ہے۔ دوسری طرف ان ہیروں کے کردار ہیں جو ہیں تو اسی طبقے سے لیکن فوج میں منافق کرداروں کی نمائندگی کرتے ہیں۔

''بگل والا'' ایسا افسانہ ہے جو فوج میں اعلیٰ افسروں کے منافقانہ عمل کا پردہ چاک کرتا ہے کہ ایک طرف وہ ان کا مورال اونچا کرنے کا ڈھونگ رچاتے ہیں جبکہ دوسری جانب خود انھیں کوئی عزت نہیں دیتے اور نچلے فوجیوں کو کیڑے مکوڑے سمجھتے ہیں۔ افسانہ نگار کرداروں کو تخلیق کرتا ہے اور ان کے مختلف روپ سامنے لاتا ہے۔ ان کی حرکات و سکنات احساسات، جذبات غرض یہ کہ ہر ایک وہ چیز جو گوشت پوست کے انسان کے وجود اور اس کی روح میں موجود ہوتی ہے، وہ تخلیق کار اپنے کرداروں کے اندر تخلیق کر دیتا ہے۔ اسی شئے کو ہم کردار نگاری کہتے ہیں۔ جو کردار افسانے میں ابھرتے ہیں، وہ کردار وں ہماری روزمرہ زندگی میں آنے والے لوگوں سے بڑی مشابہت رکھتے ہیں۔ ان کرداروں کا افسانے میں مختلف روپ ہوتا ہے۔ جس طرح سے ہمارے معاشرے میں اچھے لوگ بھی ہیں اور بڑے بھی۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو خیر کے کام کرنے والے بھی ہیں اور شر کے کام کرنے والے بھی ہیں۔ ان تمام کرداروں کو رشید امجد کے افسانوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔ افسانے کا کردار افسانہ نگار کی ذہنیت کا نمائندہ بن کر آتا ہے۔ افسانہ نگار جس طرح سے اور جس انداز سے سوچتا ہے اور معاشرے کو حقیقت کی جس عینک کے ساتھ دیکھتا ہے، اسی طرح کے کردار تخلیق کرتا ہے۔ رشید امجد کے کرداروں کو ان کے نفسیاتی رجحانات کی تفہیم سمجھنا بہتر ہو گا۔ اس کا حقیقت سے گہرا تعلق ہے کیونکہ ان کے کردار ہمارے معاشرے کی مجموعی نفسیات اور قومی سوچ

کی نمائندگی کرتے ہیں۔اس طرح جب بھی کوئی کردار آتا ہے وہ حقیقی معاشرے سے جُڑا ہوتا ہے اور معاشرے میں چلنے پھرنے والے کردار اُس افسانوی کردار کے ساتھ بڑی حد تک مشابہت رکھتے ہیں۔خارج میں جو بھی واقعات پیش آتے ہیں ان کے پیش آنے کے پیچھے اگر کسی چیز کا ہاتھ ہوتا ہے تو وہ کردار ہی ہوتے ہیں۔یہی چیز کردار کے وسیلہ کے ذریعے سے افسانہ نگار اپنے افسانے میں واقعاتی سطح پر پیش کرتا ہے۔

رشید امجد کے یہ افسانوی کردار انسانی فطرت کے گہرے شعور کے حامل ہیں۔ان کے کرداروں میں معاشرتی رویوں کے عمیق مطالعے اور تیز مشاہدے کی جھلک ملتی ہے۔انھوں نے ایسے موضوعات کو بھی افسانے میں اپنایا ہے جو کسی اور افسانہ نگار کی نظر سے نہیں گزرے جیسے فوجی افسروں کا اپنے ماتحتوں کے ساتھ اس افسانے میں ناروا سلوک کو موضوع بنایا گیا ہے۔ان کے کردار انتہائی حقیقت پسندانہ کردار ہیں۔اور فوجی افسروں کی منافقت اور ان کے دوہرے معیار کے اصل چہروں کو بے نقاب کرتے ہیں۔ان کی کہانیوں کے کردار زندگی کا مکمل منظر نامہ ہیں۔مزید یہ کہ رشید امجد کے کرداروں کی خراش، ان کی وضع قطع اور ان کی نفسیاتی تشکیل، ان کی ذہنی تشکیل، ان کی جذباتی تشکیل، ان کے احساسات کی تشکیل اور ان کی جسمانی تشکیل معاشرے کے جبلی، جذباتی، اور نفسیاتی کیف و کم کی نمائندہ ہوتی ہے۔ان سب تشکیلات کے پیچھے انھی کا ہاتھ ہوتا ہے جو اپنے کرداروں کے تخلیق کار ہیں۔ان کے افسانوی کرداروں کی خراش تراش اور وضع قطع ایسی ہوتی ہے کہ اس سے ان کی نفسیات اندازہ لگانا آسان ہو جاتا ہے۔

"بگل والا" کے مکالمے انتہائی جاندار اور فنِ مکالمہ نگاری کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔مکالمہ افسانے کا جزو لاینفک ہوتا ہے۔لفظ "مکالمے" پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ باب "مفاعلۃ" کا مظہر ہے جس کے لغوی معنیٰ "باہم دگر گفتگو کرنا"، "بات چیت کرنا" کے ہیں۔گویا ایک شخص کا کسی دوسرے شخص سے گفتگو کرنا یا ہم کلام ہونا مکالمہ کہلاتا ہے۔افسانوی مکالمہ ایک ایسی تحریر ہے جس میں دو افراد یا دو سے زیادہ افراد کو افسانہ نگار چشم تصور میں لا کر ان کے مابین گفتگو کرواتا ہے۔ان کے اوصاف و احوال کے مناسب ان کی تعلیمی کے مطابق اور ان کی ثقافت کے حوالے سے اور ان کی زبان و بیان پر دسترس کے حوالے سے ان سے جملے اگلواتا ہے۔

افسانے میں جو مکالمے تخلیق کیے جاتے ہیں وہ ان کرداروں کی ذہنیت اور ان کے نظریات کے نمائندہ ہوتے ہیں۔مکالمے کے تین تشکیلی عناصر ہوتے ہیں۔پہلا عنصر مکالمے کا موضوع ہے۔دوسرا عنصر پلاٹ ہے۔تیسرا عنصر کردار ہے۔موضوع مکالمے میں سب سے پہلا مرحلہ ہوتا ہے۔اس بات کا اعادہ کرنا اہم ہوتا ہے کہ اشخاص کی گفتگو کس موضوع پر ہونی ہے یعنی مکالمہ اس وقت تک آگے بڑھ نہیں سکتا اور اپنی منزل کی طرف قدم نہیں بڑھا سکتا جب تک مکالمہ نگار کے سامنے واضح موضوعِ گفتگو نہ ہو۔موضوع کا تعین کرنا واقعاتی اور مکالماتی گروپ کے اندر اس کو لے آنا سب سے پہلی کڑی ہے۔

افسانوی مکالمے میں موضوعات کو کرداروں کے خیالات اور نظریات کے حوالے سے مقید نہیں کیا جا سکتا۔ان کو کسی خانے میں بند نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ ایک وسیع کائنات ہوتی ہے جو چھوٹے بڑے واقعات سے مل کر تشکیل ہوتی ہے اور ایک موضوع اگلے موضوعات کو جنم دیتا ہے۔مکالمہ نگار کے ذہنی اور فکری صلاحیتوں کا اچھا ہونا ضروری ہے کہ جب مکالمہ تخلیق ہوتا ہے اور کرداروں کے

روپ میں افسانہ نگار کے مافی الضمیر کو مکالمے قالب میں ڈھالا جاتا ہے تب افسانہ نگار کے زور قلم کا پتہ چلتا ہے کیونکہ مکالمہ نگاری کا خیالات اور اختراعی کو گفتگو کے ایسے قرینے میں ڈھالنا بذات خود ایک اہم واقعہ ہے۔اردو افسانے کی روایت کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو کے بڑے بڑے افسانہ نگاروں جیسے پریم چند، منٹو، احمد ندیم قاسمی وغیرہ کے افسانوں میں مکالمات کا فن اپنی مقتضیات کے ساتھ عود کر آیا ہے اور اسی روایت کو تقسیمِ ہند کے بعد کے اردو افسانہ نگاروں کے افسانوں میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

جہاں تک رشید امجد کے افسانوں میں فنِ مکالمہ نگاری کی بات ہے تو ان کے افسانوں میں ایسے مکالمے تراشے گئے ہیں جو فن کے لوازمات پر پورے اترتے ہیں اور کچھ افسانے مکالمہ نگاری کے اعلیٰ نمونے ہیں جنھیں اردو مکالمہ نگاری کی روایت میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔"بگل والا" کے مکالمے بگال والے اور اس کی بیوی کے درمیان ہیں جو دونوں کی ذہنیت اور ان کی نفسیات کا مظہر ہیں۔بگل والا چونکہ اپنا مورال بلند کرنے کی فکر میں رہتا ہے اور بار بار اپنی عظمت کے قصے چھیڑتا ہے، لہٰذا یہ اس کی فطرتِ ثانیہ بن چکی ہے اور وہ ہر مکالمے میں اس بات کو دہراتا ہے:

> "تو تم اور میں الگ ہوں گے؟" تو اس میں کیا ہے؟ تمھارے ساتھ اور عورتیں بھی تو ہوں گی۔پھر اس نے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیا۔"اور تم کوئی معمولی عورت نہیں، بگل بردار کی بیوی ہو، جس کے بگل پر....."اس نے باقی بات نہیں سنی اور جلدی سے اندر چلی گئی۔"(۵)

بگل بردار اور اس کی بیوی کے مابین ہونے والا مکالمہ دونوں کی ذہنیت، ان کی سوچ، عمومی خیالات اور منہجِ فکر کو ظاہر کرتے ہیں ۔دونوں کے مابین رومانوی احساسات اجاگر کرنے کے لیے محض ایک آدھ جملوں پر اکتفا کرتے ہوئے افسانہ نگار نے مکالمے کو انتہائی مختصر رکھا ہے۔یہ رشید امجد کے مکالموں کا حسن ہے کہ کم لفظوں میں کردار کی زبان سے لمبی بات کروائی جاتی ہے۔

حوالہ جات

۱. رشید امجد:"بگل والا"، نیشنل بک فاونڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۵ء، ص ۲۲۲

۲. ناصر عباس نیر:"عام آدمی کی کہانی (رشید امجد کے افسانوں کا مطالعہ)"، مرتب: یاسمین حمید، نیا اردو افسانہ، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء، ص ۲۲۱

۳. رشید امجد:"بگل والا"، نیشنل بک فاونڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۵ء، ص ۲۲۳

۴. ایضاً، ص ۲۲۴

۵. ایضاً، ص ۲۲۵